

حلف الفضول

عصرک معنویت

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

سیرتِ نبوی کے ماقبل بعثت اہم واقعات میں سے ایک حلف الفضول ہے۔ اُس دور میں جب مظلومین کے لیے حصول انصاف کا کوئی منظم ادارہ موجود نہیں تھا، بعض قبائل کے سربراہوں کو لوگوں کی کوششوں سے اس معاہدے کی تشکیل عربوں کا ایک قابل فخر کارنامہ ہے، لیکن اس معاہدے کی صرف تاریخی حیثیت ہی نہیں ہے بلکہ آج کے دور میں بھی اس کی معنویت تلاش کی جاسکتی ہے۔

اہمیت

اسلام سے قبل عربوں میں خاندانی اور قبائلی نظام بہت مستحکم تھا۔ افراد اپنے خاندان اور قبیلے سے شدید وابستگی رکھتے تھے، کوئی کام صحیح ہو یا غلط، کوئی فیصلہ درست ہو یا نادرست، عدل پر مبنی ہو یا ظلم پر کسی کی حمایت کرنی ہو یا مخالفت، کسی کو مدد پہنچانی ہو یا اس کے خلاف لڑنا ہو، تمام افراد قبیلہ اس میں برابر کے شریک ہتے تھے، درید بن الصمہ نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے :

وهل انا الا من غزيت ان غوت غويت وان ترشد غزيت ان رشدا

(میں تو قبیلہ غزیرہ کا ایک فرد ہوں، اگر وہ غلط راہ پر چلے گا تو میں بھی غلط راہ پر چلوں گا اور اگر وہ صحیح راستے پر ہو گا تو میں بھی اسی راستے کو اختیار کروں گا۔

اسی طرح قبیلے کے کسی بھی ایک فرد کی حق تلفی اور اس پر ظلم و زیادتی پورے

قبیلے کی مخالفت مول لینے کے مترادف تھی۔ قبائلی عصبیت ہی کی بنا پر ان میں باہم آویزشیں اور جنگیں ہوتی رہتی تھیں جن کا سلسلہ سالوں تک دراز رہتا تھا۔ ایسے ماحول میں مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے چند نجدیہ، بااثر اور صاحب حیثیت لوگوں کا قبائلی عصبیت سے اوپر اٹھ کر انسانی اور اخلاقی بنیادوں پر اکٹھا ہونا اور ہر حال میں ظلم کے ازالہ اور مظلوم کے دفاع کا عہد کرنا ایک غیر معمولی واقعہ تھا، اسی بنا پر اس معاہدے کو عربوں کی تاریخ میں سب سے محترم، بابرکت اور افضل معاہدہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت حکیم بن حزام (م ۵۲ھ) فرماتے ہیں:

کان اشرف حلف کان
قط ۳۵
یہ تاریخ کا سب سے قابل احترام
معاہدہ تھا۔

محمد بن حبیب بغدادی (م ۲۲۵ھ) نے لکھا ہے:

کان حلفاً لم یسمع الناس
بحلف قط کان اکرم منه
ولا افضل منه ۳۶
یہ ایسا معاہدہ تھا کہ اس سے زیادہ قابل
احترام و اکرام اور اس سے افضل کسی اور
معاہدہ کا لوگوں نے کبھی تذکرہ نہیں سنا۔

سہیلی (م ۵۸۱ھ) اور ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) نے لکھا ہے:

وکان حلف الفضول
اکرم حلف سمع به
وأشرفه فی العرب ۳۷
حلف الفضول عرب کا سب سے
زیادہ قابل تکریم اور محترم معاہدہ تھا
جس کا تذکرہ سنا گیا ہو۔

جو قبائل اس معاہدہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کے سربرآوردہ لوگ اس کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس میں عدم شرکت کو اپنی محرومی تصور کرتے تھے۔ عتبہ بن ربیع نے جو عہد جاہلیت میں مکہ میں سرداروں میں سے تھا اور قبیلہ بنو عبد شمس سے تعلق رکھتا تھا، ایک مرتبہ حلف الفضول کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا تھا:

”یہ بہت اچھا معاہدہ تھا۔ اللہ کی قسم اگر میں اپنی قوم سے الگ ہو کر کسی معاہدہ میں شریک ہو سکتا تو حلف الفضول میں ضرور شرکت کرتا۔“

زمانہ

مورخین اور اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ حلف الفضول کا زمانہ حرب الفجار چہارم کے بعد کا ہے۔ عرب کے مختلف قبائل کے درمیان عہد جاہلیت میں ہونے والی جنگوں میں حرب الفجار بہت مشہور ہے۔ یہ جنگ وقفے وقفے سے سالوں تک جاری رہی تھی۔ اس نام سے ہونے والی چوتھی جنگ جسے حرب البتراض کا بھی نام دیا گیا ہے، عام الفیل کے بیسویں سال شوال میں ہوئی تھی۔ اس کے اگلے ماہ ذی قعدہ میں یہ معاہدہ وجود میں آیا تھا۔ ابن حبیب بغدادی کی ایک دوسری روایت کے مطابق یہ معاہدہ بعثت نبوی سے پانچ سال قبل طے پایا تھا۔ اس اعتبار سے اس کا زمانہ ۵ گد عام الفیل قرار پاتا ہے۔

سہیلی اور ابن کثیر حلف الفضول کا زمانہ تو بعثت سے بیس سال قبل ماہ ذی قعدہ ہی قرار دیتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ حرب الفجار اس سے ایک ماہ قبل شوال میں نہیں بلکہ چار ماہ قبل شعبان میں ہوئی تھی۔

سبب

اس معاہدہ کا سبب کیا تھا؟ اس سلسلے میں بعض مورخین مثلاً ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) اور دیار بکری (م ۹۶۶ھ) نے لکھا ہے کہ قبائل قریش حرم کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اس میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے تھے۔ اس سے انھیں روکنے کے لیے یہ معاہدہ وجود میں آیا۔ علامہ شبلی (م ۱۹۱۲ھ) نے بھی اس کا عمومی سبب بیان کیا ہے، انھوں نے لکھا ہے:

”لڑائیوں کے متواتر سلسلے نے سیکڑوں گھرانے برباد کر دئے تھے اور قتل و سفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی،“ شہ بعض حضرات نے لکھ دیا ہے کہ اس کے بہت سے اسباب تھے۔ لیکن بیشتر مورخین و اصحاب سیر نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ یمن کے قبیلے زبید کا ایک تاجر مکہ مکرمہ آیا۔ اس نے قبیلہ سہم کے ایک شخص عاص

ابن وائلؓ کے ہاتھ اپنا کچھ سامان فروخت کیا۔ اس نے سامان تو لے لیا لیکن اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کی۔ جب براہِ راست مطالبوں سے کام نہ چلا اور اسے قیمت ملی نہ اپنا مال واپس ملا تو اس نے بعض قبائل سے مدد چاہی، مگر کسی نے اس کی مدد نہیں کی بلکہ الٹا اسے ڈانٹا پھٹکارا، مایوس ہو کر ایک دن صبح سویرے زبیدی کوہِ ابو قیس پر چڑھا اور وہاں سے اس نے بھجودھنڑ کے چند اشعار میں اپنی مظلومی کی داستان سنائی۔ اس وقت قبائلِ قریش کے سردار خانہِ نکتہ کے اردگرد اپنی مجلسوں میں موجود تھے، انہوں نے اپنے دلوں میں اشعار کی چوٹ محسوس کی۔ ان کی مجلسوں میں اس معاملہ کا چرچا ہوا، بالآخر کچھ بااثر اور انصاف پرور لوگوں نے صرف اس زبیدی کا مال واپس دلویا بلکہ ان کی کوششوں سے ”حلف الفضول“ کی شکل میں ایک تاریخی معاہدہ بھی تشکیل پایا۔

معاہدہ میں شریک قبائل اور نمایاں افراد

عربوں میں مختلف اسباب سے خانہ جنگی برپا رہتی تھی، اس لیے قبائل ایک دوسرے کے حلیف بن جاتے تھے۔ اور باہم مل کر ایک اتحاد قائم کر لیتے تھے، ایک موقع پر قبائلِ قریش دو گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک ”مطیبین“ کہلاتا تھا اور دوسرا ”احلاف“۔ مطیبین میں بنو عبد مناف بن قصی، بنو اسد بن عبد المزی بن قصی، بنو زہرہ بن کلاب، بنو تیم بن مرہ اور بنو الحارث بن فہر شامل تھے، جب کہ احلاف میں بنو عبد الدار بن قصی، بنو سہم بن عمرو، بنو صح بن عمرو، بنو مخزوم بن یفطہ اور بنو عدی بن کعب تھے۔

مورخین نے اس موقع کا بھی تذکرہ کیا ہے جب یہ دو اتحاد وجود میں آئے تھے قصی کے بیٹوں میں عبد الدار معاشی اعتبار سے کچھ کمزور تھے۔ اس لیے انہوں نے حجابہ، ندوہ، ستقایہ، رقادہ اور لواد کے مناصب ان کو دیے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد دوسرے بیٹوں کے خاندانوں کو جن میں بنو عبد مناف پیش پیش تھے، اپنی حق تلفی کا احساس ہوا اور انہوں نے کچھ مناصب بنو عبد الدار سے لے لینے کا ارادہ کیا۔ دوسری جانب بنو عبد الدار ان میں سے ایک منصب بھی

چھوڑنے پر تیار نہ تھے، اس موقع پر جو خاندان بنو عبد مناف کے حمایتی تھے انھوں نے خوشبو کے ایک برتن میں ہاتھ ڈال کر عہد کیا تھا کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ اس لیے وہ ”مطیتین“ کہلائے، دوسرے گروہ نے اونٹ ذبح کر کے اس کے خون میں ہاتھ ڈبو کر اور خون چاٹ کر ساتھ جینے اور ساتھ مرنے کا عہد کیا تھا، اس لیے ان کا نام ”احلاف“ پڑا۔ بہر حال اس موقع پر ان کے درمیان جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی اور باہم اس بات پر صلح ہو گئی تھی کہ لو، اور حجابہ کے مناصب عبدالدار کے پاس اور سقیہ اور رقادہ کے مناصب بنو عبد مناف کے پاس رہیں گے۔

حلف الفضول میں صرف ”مطیتین“ شریک ہوئے تھے۔ ”احلاف“ اس میں شامل نہ تھے، اس کا سبب یہ تھا کہ زبیدی تاجر کا مال ہڑپ کرنے والا انھیں بنو سہم سے تعلق رکھتا تھا، اس لیے ”احلاف“ میں شامل قبائل کے سرداروں نے اس اندیشے سے اس کی دادرسی نہیں کی تھی کہ کہیں بنو سہم اپنے آدمی کی حمایت میں ہمارے گروہ ہی سے نہ نکل جائیں جس کی بنا پر ہم مطیتین کے مقابلے میں کمزور ہو جائیں۔ ”احلاف“ کی جانب سے اس کمزوری کے مظاہرہ کی وجہ سے معاہدہ طے پاتے وقت انھیں اس میں شریک نہیں کیا گیا تھا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معاملہ بنو سہم کے ایک شخص کا تھا اس لیے احلاف بلائے جانے کے باوجود وہاں نہ گئے ہیں۔

مورخین نے صراحت کی ہے کہ اس معاہدے کے محرک اور داعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جناب زبیر بن عبد المطلب تھے، ان کی تحریک پر ”مطیتین“ میں شامل قبائل بنو تمیم کے سردار عبداللہ بن جدعان کے گھر میں اکٹھا ہوئے اور وہیں یہ معاہدہ تشکیل پایا، البتہ مسعودی (م ۳۲۶ھ) کا بیان ہے کہ قبائل قریش پہلے دارالندوہ میں جمع ہوئے جہاں وہ اہم امور میں باہم مشورہ کے لیے اکٹھا ہوا کرتے تھے۔ وہاں انھوں نے معاہدہ طے کیا۔ پھر عبداللہ بن جدعان کے گھر جا کر سب نے اس معاہدہ پر حلف لیا۔

جناب زبیر بن عبد المطلب بنو ہاشم بن عبد مناف کے سردار تھے، ان کے

والد عبدالمطلب نے انھیں اپنی زندگی ہی میں اپنا وصی اور سربراہ خاندان مقرر کر دیا تھا اور اہم کاموں کی ذمہ داری سونپ دی تھی جن میں دو مناصب سہتایا اور رفادہ بھی تھے۔ حرب النجار میں انھوں نے ہی نبوہاشم کی قیادت کی تھی اور ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ) اور ابن ہشام (م ۲۱۳ھ) کا بیان ہے کہ انھوں نے خانہ کعبہ کی تعمیر میں بھی حصہ لیا تھا۔ عبد اللہ بن جدعان قبیلہ بنو تیم کے سردار تھے۔ عہد جاہلیت کے سخی اور قیاض لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ شراب اور جوئے سے اجتناب کرنے لگے تھے، غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے تھے، حضرت مہیب (بن سنان) رومیؓ کو انھوں نے ہی خرید کر آزاد کیا تھا۔ قحط سالی کے زمانے میں وہ بڑے پیمانے پر عام لوگوں کی روزی کا سامان مہیا کرتے تھے۔ انھوں نے اتنی بڑی لگن بنوارکھی تھی کہ سوار اپنی سواری پر بیٹھے بیٹھے اس میں سے نکال کر کھا سکتا تھا اور آدمی دھوپ سے بچنے کے لیے اس سایہ میں کھڑا ہو سکتا تھا، ایک مرتبہ اس میں ایک بچہ گر کر ڈوب گیا تھا۔ ۱۰ھ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقع پر حضرت عائشہ نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے عرض کیا:

یا رسول اللہ ابن جدعان	اے اللہ کے رسول۔ ابن جدعان
کان فی الجاہلیۃ لصل	جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور
الرحم ویطعم المسکین۔ ۱۰ھ	مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ ۱۰ھ

محمد بن حبیب بغدادی نے حضرت عائشہؓ کے بعض بیانات نقل کیے ہیں جن سے عبد اللہ بن جدعان کی شخصیت پر مزید روشنی پڑتی ہے، ان کے مطابق عبد اللہ بن جدعان قریش کے بڑے سرداروں میں سے تھے، ہر سخت گھڑی میں وہ لوگوں کے کام آتے تھے، حرب نجار جس کے لیے لوگوں نے ایک سال تک زبردست تیاری کی تھی، اس کے لیے قریش عبد اللہ بن جدعان کے گھر سے نکلے تھے، اس جنگ میں عبد اللہ بن جدعان نے قیادت کی تھی، فوجیوں کے لیے اسلحہ فراہم کیے تھے اور ان کے درمیان مال تقسیم کیا تھا۔ ۱۰ھ

سہیلی نے عبد اللہ بن جدعان کو ”ابن عم عائشہ“ (حضرت عائشہ کا چچا زاد بھائی) لکھا ہے، غالباً انہی کی متابعت میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا مودودی

نے بھی یہی لکھ دیا ہے ﷺ لیکن صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ابن کثیر نے ان کا پورا سلسلہ نسب بیان کرتے ہوئے صراحت سے لکھا ہے کہ وہ حضرت ابو بکر کے والد کے چچا زاد بھائی تھے (وہو ابن عم والد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ) ۵۳

اس معاہدے کے محرک اور داعی زبیر بن عبد المطلب تھے، لیکن لوگ عبد اللہ بن جدعان کے گھر پر اکٹھا ہوئے۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ عبد اللہ بن جدعان قبائل قریش کے سرداروں میں سب سے بااثر، سب سے مالدار اور سب سے عمر تھے۔ ابن ہشام نے لکھا ہے:

فاجتمعوا فی دارا عبد
اللہ بن جدعان لشرفہ
وسنۃ، فكان حلفہم
عندک ۵۴

یہ لوگ عبد اللہ بن جدعان کے
گھر میں اکٹھا ہوئے، اس کے بااثر اور
معمر ہونے کی وجہ سے، اور اسی کے
پاس ان لوگوں نے حلف لیا۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بھی اسی جانب اشارہ کیا ہے:

”عبد اللہ بن جدعان کے مکان میں لوگ ضیافت کی دعوت پر جمع ہوئے، وہ بہت بوڑھا اور بااثر بھی تھا، اور بعض دینیوں کے مٹنے سے بہت مالدار بھی تھا اور غالباً اسی کا مکان سب سے کشادہ بھی تھا..... اس لیے ممکن ہے محرک زبیر ہوں اور محض ان کی کم سنی اور کم مالی کی وجہ سے ابن جدعان کی سرپرستی حاصل کی گئی ہو اور اس کے گھر پر جلسہ کیا گیا اور حسب عادت ضیافت ہوئی ہو۔“ ۵۵

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت

اس معاہدے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے، صحابی رسول حضرت حکیم بن حزام (ام المؤمنین حضرت خدیجہ کے بھتیجے جو حرب الغبار میں شریک تھے اور انھیں آں حضرت کی بعثت سے قبل بھی آپ کی دوستی کا شرف حاصل تھا) فرماتے ہیں:

”ابن جدعان کے گھر میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا، معاہدہ کی دستاویز زبیر بن عبدالمطلب نے لکھی تھی، ﷺ

تو دآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فخریہ انداز میں اس معاہدہ میں اپنی شرکت کا ذکر فرمایا ہے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

شہدت حلف المطیبین
مع عمومیتی وانا غلام
فما احب ان لی حمر
النعم والی انکثہ ﷺ

میں نے اپنی نوعری میں اپنے چچاؤں
کے ساتھ حلف المطیبین میں شرکت
کی تھی، اس معاہدے کو توڑنے کے
لیے اگر مجھے سرخ اونٹ بھی دیے
جاتے تو میں اس پر تیار نہ ہوتا۔

احمد محمد شاہ (محقق مسند احمد (۴، ۱۲، ۱۳)) فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر (م ۵۸۵۲) فرماتے ہیں: ”امام احمد کے علاوہ اس حدیث کو ابویعلیٰ، ابن جہان اور حاکم نے بھی حضرت عبدالرحمن بن عوف سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ابن جہان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔“

حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں اس روایت کو بیہقی سے نقل کیا ہے، لیکن اس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف کا واسطہ نہیں ہے، اسی طرح اٹھوٹا نے اس روایت کو حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نقل کیا ہے۔

روایت بالا میں ”حلف المطیبین“ کے الفاظ ہیں۔ عموماً مورخین نے اس سے مراد وہ معاہدہ لیا ہے جو قریش کے بعض قبائل کے درمیان بعض مناصب (رفادہ، حجابہ، ستقایہ، لواد وغیرہ) کے سلسلہ میں ہوا تھا اور جس کے موقع پر انھوں نے خوشبو کے برتن میں ہاتھ ڈال کر حلف اٹھایا تھا اور مطیبین کہلائے تھے۔ وہ معاہدہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل کا ہے۔ اس لیے یہاں ”حلف المطیبین“ سے مراد حلف الفضول ہے۔ اس میں لفظ ”المطیبین“ یا تو کسی راوی کی جانب سے ادراج (اضافہ) ہے یا چونکہ اس معاہدہ میں بھی صرف وہی قبائل شریک تھے جن پر مطیبین کا اطلاق ہوتا تھا، اس لیے اس کو بھی ”حلف المطیبین“ کہہ دیا گیا۔ ﷺ

اس معاہدہ کے وقت آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک عام مورخین و اصحاب سیر کے مطابق بیسٹ سال تھی۔ منقہ کی ایک روایت میں اسے بعثت نبوی سے پانچ سال قبل کا واقعہ بتایا گیا ہے۔ لیکہ اس اعتبار سے اس وقت حضور کی عمر ۳۵ سال قرار پاتی ہے۔

وجہ تسمیہ

اس معاہدہ کا نام حلف الفضول کیوں پڑا، مورخین و اصحاب سیر نے اس کے مختلف اسباب بیان کیے ہیں :

(۱) اس طرح کا معاہدہ سب سے پہلے قبیلہ جرہم و قطور سے تعلق رکھنے والے مکہ کے اولین آباد کاروں نے کیا تھا۔ مورخین نے ان کی تعداد تین بیان کی ہے لیکن ان کے ناموں میں اختلاف ہے۔

ابن کثیر، ابن قتیبة، ابن الاثیر صاحب انہیاء : الفضل بن الحارث - الفضل بن وداعة
الفضل بن فضالة -

ابن الاثیر صاحب الکامل : الفضیل بن الحرث الجریمی، الفضیل بن وداعة القفوری
المفضل بن فضالة الجریمی -

ابن کثیر، سہیلی، ابن الجوزی : الفضیل بن قضاة (قزاعة) الفضل بن شراعة - الفضل
بن بضاعة -

سہیلی، زبیر : فضیل بن شراعة - فضل بن وداعة - فضل بن قضاة

دیاربکری : الفضیل بن قضاة - الفضیل بن شراعة - الفضل بن بضاعة

ابن حجر : فضل فضالة - مفضل -

بعض مورخین نے کچھ اور نام بھی بیان کیے ہیں۔ بہر حال ان کے نام کچھ بھی ہوں۔ چونکہ ہر ایک کے نام میں "فضل" کا مادہ شامل ہے اس لیے ان کے کیے گئے معاہدہ کو حلف الفضول کا نام دیا گیا تھا۔ جب "مطیبین" نے بھی اسی طرح کا معاہدہ کیا تو انہوں نے کہا: "حلف کحلف الفضول" یعنی ہم بھی اسی طرح کا معاہدہ کرتے ہیں جس طرح "فضول" نے معاہدہ کیا تھا اس طرح ان کے کیے گئے معاہدے کو بھی

حلف الفضول کہا جانے لگا۔ ۳۳

(۲) انہوں نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ جو فضل کسی صاحبِ حق سے کوئی ظالم چھینے گا، اسے وہ واپس دلا کر رہیں گے۔ اسی وجہ سے ان کا معاہدہ حلف الفضول کہلایا۔ منفق کی ایک روایت میں ہے:

سَمَى حَلْفَ الْفُضُولِ	اس معاہدہ کا نام حلف الفضول
لَا تَهْمُ تَحَالُفُوا الْاَيْتُرُكُوا	اس لیے پڑا کیوں کہ انہوں نے حلف
عِنْدَ اِحْدٍ فَضْلًا يَظْلِمُهُ	اٹھایا تھا کہ اگر کوئی شخص ظلم و زیادتی کر
اِحْدًا اِلَّا اخَذُوهُ مِنْهُ ۳۴	کے کسی کا فضل چھینے گا تو اس سے
	چھین کر صاحبِ حق کو واپس دلائیں گے۔

ابن کثیر نے حمیدی سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے اس میں یٰلَافِظًا بھی ہیں۔

تَحَالُفُوا اِنْ يَرُدُّوْا	انہوں نے حلف اٹھایا تھا کہ
الْفُضُولِ عَلٰى اَهْلِهَا ۳۵	فضل کو اس کے حق داروں کی طرف
	پٹائیں گے۔

سہیلی نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے کہ اگرچہ جرہم والی وجہ تسمیہ بھی مناسب ہے لیکن چونکہ یہ وجہ تسمیہ ایک مرفوع حدیث سے معلوم ہوتی ہے اس لیے یہ زیادہ قوی اور قابل قبول ہے۔ ۳۶

(۳) ایسے زمانے میں جب کہ لوگ اپنے اپنے قبائل اور خاندانوں کی عصبیتوں میں گرفتار تھے، ان لوگوں نے قبائل سے اوپر اٹھ کر اور ان کے دائرے سے باہر نکل کر یہ معاہدہ کیا، اسی لیے ان کے معاہدے کو حلف الفضول کا نام دیا گیا:

وَاِنَّمَا سَمَى حَلْفَ الْفُضُولِ	اس معاہدے کا نام حلف الفضول
لَاَنَّهُ حَلْفٌ خَرَجَ مِنْ حَلْفِ	پڑا اس لیے کہ وہ طیبین اور احلاف
الطَّيْبِيِّينَ وَالْاِحْلَافِ، فَكَاتَ	دونوں کے معاہدوں سے الگ اور
فَضْلًا بَيْنَهُمَا عَلَيْهِمَا ۳۷	ان سے مختلف نوعیت کا تھا۔

(۴) قریش کے جو قبائل اس معاہدے میں شریک نہیں ہوئے تھے انہوں نے

اس کا مذاق اڑایا، اسے فضول قرار دیا اور کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دائرہ اختیار سے باہر جا کر کام کیا، بعد میں ان کا یہی دیا ہوا نام چل پڑا۔

فسمت قریش ذال الحلف	قریش نے اس معاہدہ کو حلف
حلف الفضول وقالوا لقد	الفضول کا نام دیا اور کہا کہ ان لوگوں
دخل هولاء في فضل من الامر	نے ضرورت سے زائد ایک کام کیا۔
سموا حلف الفضول	انہوں نے اس معاہدہ کا نام حلف
عيباله وقالوا هذا من	الفضول بطور عیب رکھا اور کہا کہ یہ
فضول القوم	ان لوگوں کا ایک بے فائدہ کام ہے۔

(۵) ایک وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے اس معاہدہ کے انعقاد کے لیے اپنا مال بھی خرچ کیا تھا۔ اس لیے یہ نام پڑا۔

وقيل لانهم اى هولاء	ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ
الذين تحالفوا كانوا	حلف اٹھانے والے ان لوگوں
اخرجوا فضول اموالهم	تے مہانوں کے لیے اپنا مال خرچ
للاضياف منه	کیا تھا، اس لیے یہ نام پڑا۔

دفعات

اس معاہدے کی دفعات کے بارے میں کتب سیر و تاریخ میں کہیں اجمال ہے تو کہیں تفصیل۔ ابن ہشام اور ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

تحالفوا وتعاقدوا	انہوں نے حلف دے کر عہد
ان لا يجدوا اهلًا مظلومًا	کیا تھا کہ شہر مکہ میں کسی پر بھی ظلم ہو،
من اهلها او من غيرهم من	خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہو یا کہیں باہر
سائر الناس الا قاموا معه	کا ہو تو وہ سب مظلوم کی تائید و
وكانوا على من ظلمه حتى	مدافعت میں اور ظالم کے خلاف
ترد عليه فظلمته	اٹھ کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ مظلوم
	کو اس کا حق واپس مل جائے۔

کتاب المنقہ کی ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: "شریف" او وضیع، منا او من غیرنا، یعنی منظلوم خواہ شریف ہو یا وضیع (کم تر درجہ کا) ہم میں سے ہو یا کہیں اور کا، ہم ہر حال میں اس کا ساتھ دیں گے۔

کتاب الاغانی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: "غویب ولا قریب، ولا حر ولا عبد"، یعنی خواہ وہ پردہ پر ڈھکی ہو یا مقامی، آزاد ہو یا غلام۔

ابن کثیر نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

تعاقدوا و تعاهدوا	انہوں نے باہم عہد و پیمان کیا کہ
باللہ لیكون یداً	اللہ کی قسم ہم سب ظالم کے خلاف
واحدة مع المظلوم	منظلوم کی حمایت میں ایک ہاتھ میں
علی الظالم حتی	کراٹھیں گے یہاں تک کہ منظلوم کو
یودى الیہ حقہ مابل	اس کا حق مل جائے۔ ہمارا یہ عہد
بحر صوفۃ و مارسیلی	اس وقت تک باقی رہے جب تک
شیر و حراء مکانہما	سمندر رکھو گھول کو بھگوتا رہے اور
	شیر اور حرار نامی پہاڑ اپنی جگہ قائم ہیں۔

معاہدہ کے آخری جزو کا مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی وقتی اور عارضی معاہدہ نہیں ہے بلکہ ہمیشہ کے لیے ہے۔

منمنقہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہے:

لاننقض هذا	ہم اس حلف کی خلاف ورزی
الحلف مابل بحر	نہ کریں گے جب تک سمندر گھونگھے
صوفۃ	کو بھگاتا رہے۔

کتاب الاغانی کی ایک روایت میں ہے کہ اس معاہدہ کی ایک دفعہ یہ بھی تھی۔

وعلی الأمر بالمعروف	ہم اس بات کا بھی عہد کرتے
والنہی عن المنکر	ہیں کہ معروف کا حکم دیں گے اور
	منکر سے روکیں گے۔

ابن سعد (م ۵۲۳۰) بغدادی، پہلی اور ابن کثیر نے معاہدہ کی ایک دفعہ یہ

بھی نقل کی ہے:

وعلى التأتمى فى
المعاش ۷۵
اور اس بات پر عہد کرتے ہیں کہ
ہم سب باہم مائی اعانت کریں گے۔
اس دفعہ کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی موقع پر مائی تعادان کا
ضرورت مند ہو تو سب مل کر اس کی مدد کریں گے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس دفعہ
کے بارے میں لکھا ہے:

”اس کا آخری فقرہ بھی غور طلب ہے۔ مورخ ساکت سے
ہیں کہ اس کا منشا کیا تھا؟ بہر حال یہ تو یقین ہے کہ مدد کو جانے والے
جب اپنی جان سے حاضر تھے تو اپنے مال کی کیا پروا کرتے ہوں گے؟“

اثرات

تمام مورخین اور اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ اس معاہدہ کا حلف لینے کے بعد حلفیہ
والے عاص بن وائل کے پاس گئے اور اسے دھمکاتے ہوئے کہا کہ جب تک تم
اس زبیدی تاجر کا مال اسے واپس نہیں کرو گے ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ بالآخر
اسے مال واپس ہی کرتے نبی - منق میں پے کہ اس کے بعد حال یہ ہو گیا تھا کہ مکہ
میں اگر کسی شخص پر ظلم ہوتا تھا تو یہ لوگ اس کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوتے تھے
(فمکشوا کذلک لا یظلم احد بمکة الا اخذوا له) مورخین نے
ایسے متعدد واقعات بیان کیے ہیں۔ جب کسی پر ظلم ہوا اور اس نے حلف
الفضول کی دہائی دی تو فوراً اس کی حمایت میں لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور اس
کا حق واپس دلایا:

(۱) قبیلہ ثمالہ کا ایک شخص جس کا نام بیس بن سعد البارقی تھا، ازد سے سامان
تجارت لے کر مکہ آیا۔ ابی بن خلف جمعی نے اس کا سامان خرید لیا، لیکن قیمت ادا
کرنے میں ٹال مٹول سے کام لیا۔ ثمالی نے تقاضا کیا تو انٹا اسے برا بھلا کہا۔
اس نے اپنی رقم حاصل کرنے کے سلسلے میں بعض لوگوں سے مدد چاہی، لیکن کوئی
اس کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوا۔ کسی نے ہمدردی میں اس سے کہا کہ حلف الفضول

والوں کے پاس جاؤ، وہ تمہاری مدد کریں گے۔ وہ ان لوگوں کے پاس گیا تو انہوں نے کہا: ”ابی کے پاس جا کر کہو کہ حلف الفضول والوں نے بھیجا ہے، پھر بھی اگر وہ تمہارے سامان کی قیمت نہ دے تو ہمارے پاس واپس آؤ“ اصحاب حلف الفضول کا نام سن کر ابي نے فوراً اس کی قیمت ادا کر دی۔^{۱۵۵}

(۲) قبیلہ خثعم کا ایک شخص مکہ حج یا عمرہ کرنے کے ارادے سے آیا۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی جو بہت خوبصورت تھی۔ نبیہ بن الحجاج سہمی جو قریش کے مشہور شہسواروں میں سے تھا، اس سے زبردستی اس کی بیٹی چھین کر اپنے گھر لے گیا۔ باب نے نبوسہم کے پاس فریاد کی، مگر انہوں نے اس کی کچھ مدد نہ کی، وہ قریش کے دوسرے قبائل کے پاس گیا مگر انہوں نے بھی اس کی کچھ مدد کرنے سے انکار کیا۔ کسی نے کہا کہ حلف الفضول والوں کے پاس چلے جاؤ۔ اس نے کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر آواز لگائی: ”اے حلف الفضول والو!“ فوراً چاروں طرف سے لوگ تلواریں سوتے ہوئے نکل آئے اور کہنے لگے: ”کیا بات ہے؟ ہم مدد کے لیے حاضر ہیں۔“ اس نے اپنی بیٹا سانی۔ فوراً وہ لوگ اس کے ساتھ گئے اور بیٹی برآمد کرادی۔^{۱۵۶}

(۳) حضرت معاویہؓ کے بھتیجے اور مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ اور حضرت حمین بن علیؓ کے درمیان ایک جائیداد کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا، اس موقع سے حضرت حمین نے دھکی دی کہ اگر انھیں انصاف نہ ملا تو وہ حلف الفضول کی دہائی دیں گے۔ فوراً عبداللہ بن زبیر ہاشمی، مسور بن محرز زہری، اور عبدالرحمن بن عثمان یحییٰ نے تائید کی اور اس پکار پر لبیک کہنے کا عندیہ ظاہر کیا، یہ دیکھ کر ولید بن عقبہ نے ان کا حق دے دیا۔^{۱۵۷}

خاتمہ

خلافت نبو امیہ کے آغاز تک حلف الفضول کا تذکرہ ملتا ہے، اس کے بعد اس کا سراغ نہیں ملتا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے:

”اس حلف کی خامی یہ تھی کہ نئے لوگ اس میں بھر تی نہیں ہوتے

تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ خلافتِ نوامیہ کے آغاز پر جب اس کے شرکار میں سے آخری شریک انتقال کر گیا تو یہ ادارہ بھی ستر اسی سال کی شاندار روایتیں چھوڑ کر ختم ہو گیا، ۱۷ھ

”اسے مستقل ادارہ بنانے اور وقت بوقت نئے ارکان کو بھرتی کرنے کی جانب توجہ نہیں کی گئی جس کے باعث ایک ہی نسل کے بعد یہ انجمن ختم ہو گئی، ۱۷ھ

یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ حضرت حسین اور ولید بن عقبہ کے درمیان نزاع کے موقع پر جن لوگوں نے حلف الفضول کے نام پر حضرت حسین کا ساتھ دینے کا عندیہ ظاہر کیا تھا وہ بذاتِ خود حلف الفضول میں شریک نہیں تھے، بلکہ محض حلف الفضول میں شریک قبیلوں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی حمایت ظاہر کی تھی۔

اس کے بجائے ڈاکٹر محمد حمید اللہ ہی کی دوسری بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے۔

”یہ ممکن تھا کہ حلف الفضول کا ادارہ ترقی کر کے ایک مستقل نظام کی حیثیت اختیار کر لیتا۔ لیکن جلد ہی اسلام کا زمانہ آ گیا جس کے بعد یہ ادارہ غیر ضروری ہو گیا، کیونکہ اسلامی حکومت نے ایک نہایت منظم مرکزی نظام عدالت قائم کر لیا اور خود عہدِ نبوی میں یورا جزیرہ نمائے عرب اور جنوبی فلسطین اسی مرکزی نظام عدالت کے تحت آچکے تھے، ۱۷ھ

عصری معنویت

حافظ ابن کثیر نے حمیدی کے حوالے سے حضرت ابو بکر کے صاحب زادوں محمد اور عبد الرحمن سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لقد شهدت فی دار
میں عبد اللہ بن عبد مناف کے گھر
عبد اللہ بن عبد مناف
میں ایک ایسے معاہدے میں شریک ہوا

حلفاً لو دعتیت به فی
 الاسلام لأجبت ۵۸
 ہوں کہ اگر مجھے اس کا نام لے کر بلایا جائے
 تو میں اس پر لبیک کہوں گا۔

ابن ہشام، ابن سعد، بغدادی، ابن اثیر صاحب الکامل، ابن حجر اور دیاربکری
 وغیرہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے ۵۹
 یومید لوقال قائل من
 المظلومین یا لحلف الفضول
 آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے
 کہ اگر کوئی مظلوم حلف الفضول کی دہائی
 دے تو میں اس کی مدد کو ضرور پہنچوں گا۔

یہی مفہوم ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے ترجمے سے بھی نکلتا ہے :
 ”اگر اب زمانہ اسلام میں بھی مجھے کوئی اس کی دہائی دے کر پکارے تو اس کی مدد
 کو دوڑوں“ ۶۱

جبکہ علامہ شبلی نے اس کا ترجمہ یہ کیا ہے :
 ”آج بھی ایسے معاہدے کے لیے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں“ ۶۲
 مولانا مودودی (م ۱۹۷۹ء) کا ترجمہ بھی اسی سے ملتا جلتا ہے :
 ”اگر آج دور اسلام میں بھی ایسے کسی معاہدے کی طرف دعوت دی جائے تو
 میں اسے قبول کروں گا“ ۶۳

یہاں ایک سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 حلف الفضول کے بارے میں اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، اس کے سلسلے میں کلمات
 تحسین ادا فرمائے اور اس میں اپنی شرکت پر فخر جتایا، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر یہ بھی
 ارشاد فرمایا کہ ”اگر آج زمانہ اسلام میں بھی کوئی ایسے معاہدے میں شرکت کے لیے
 دعوت دے تو اس کی دعوت کو قبول کروں گا“ تو آپ نے خود سبقت کر کے
 ایسے کسی معاہدے کو تشکیل دینے اور دوسروں کو اس میں شریک کرنے کی
 کوشش کیوں نہیں فرمائی؟

اس کا سبب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اسلام نے ایک طرف مختلف عصبیتوں کو
 ختم کیا ہے اور تمام انسانوں کو مختلف وابستگیوں سے اوپر اٹھ کر اسلام کے نام پر یکجا
 ہونے کی تعلیم دی ہے۔ دوسری طرف تمام انسانوں کو بنیادی حقوق سے بہرہ ور

کیا ہے اور کسی بھی حق کے تلف ہونے کی صورت میں دادرسی اور حصول انصاف کا حق دیا ہے۔ اس معاملہ میں اس کی نظر میں امیر و غریب، آقا و خادم، حاکم و رعیت اور اعلیٰ و ادنیٰ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اس کی صرف نظری تعلیم نہیں ہے، بلکہ دنیا نے عملاً اس کا مشاہدہ کیا ہے کہ حق تلفی کی صورت میں اسلامی ریاست کے عام شہری نے حکمران وقت کے خلاف عدالت میں اپنا مقدمہ دائر کیا ہے اور انصاف پایا ہے۔ حلف الفضول جیسا معاہدہ جن بنیادی حقوق کو تحفظ فراہم کرتا تھا ان سے کہیں زیادہ وسیع پیمانے پر اسلام انسانوں کے بنیادی حقوق کی ضمانت دیتا ہے اور ان کے تحفظ کے لیے اسلامی ریاست کو پابند کرتا ہے۔ اس لیے اسلام کے نفاذ اور اسلامی ریاست کے قیام و استحکام کے بعد اس معاہدے کے احیاء یا اس جیسے کسی دوسرے معاہدے کی تشکیل کی ضرورت نہ تھی، لیکن چونکہ حلف الفضول ایک اچھے کام کے لیے وجود میں آیا تھا، ایسا کام جس کا اسلام بھی داعی ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تائید و توثیق فرمائی اور اس میں شامل رہنے اور اسے نافذ کرنے کا اظہار فرمایا۔

حضرت جبرین مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لاحلف فی الاسلام	اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں، رہا
وایما حلف کان فی الجاہلیۃ	جاہلیت میں کیا گیا معاہدہ تو اسلام
لم یزدہ الاسلام الا شدۃ کلمۃ	اسے تقویت ہی دیتا ہے۔

یہی حدیث مسند احمد میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے مروی ہے۔
مسند احمد میں اسی سند سے ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وَأَوْفُوا بِالْحَلْفِ الْجَاهِلِيَّةِ	جاہلیت میں کیے گئے معاہدہ
فَاتِ الْإِسْلَامَ لَمْ يَزِدْهُ	کو پورا کرو اس لیے کہ اسلام اسے
الْإِشْدَادَ، وَلَا تَحْدِثُوا	تقویت دیتا ہے، البتہ اسلام میں
حَلْفًا فِي الْإِسْلَامِ	ایسا کوئی معاہدہ نہ کرو۔

مذکورہ بالا حدیث میں کوئی معاہدہ کرنے کی مطلق ممانعت نہیں ہے بلکہ اس طرح کا معاہدہ کرنے سے روکا گیا ہے جیسا کہ جاہلیت میں مختلف

قبائل جنگ و جدال غارت گری اور ظلم و زیادتی کے کاموں میں بھی ایک دوسرے کا ساتھ دینے کے لیے کیا کرتے تھے، رہے عہد جاہلیت کے ایسے معاہدے جو اچھے کاموں کی انجام دہی کے لیے کیے گئے ہوں تو اسلام نہ صرف ان کی توثیق کرتا ہے بلکہ ایسے معاہدے آئندہ بھی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ حضرت انس بن مالکؓ کی درج ذیل وضاحت سے اس کا اشارہ ملتا ہے۔

حضرت عاصم الاحول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ کے سامنے عرض کیا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا ہے ”لا حلف فی الاسلام“ (اسلام میں کوئی معاہدہ نہیں ہے) انھوں نے فرمایا: خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں قریش (یعنی مہاجرین) اور انصار کے درمیان (اخوت و بھائی چارے کا) معاہدہ کرایا تھا۔

ایسے معاشروں میں جہاں اسلام کو قوتِ نافذہ حاصل اور اس کا نظام عدل پوری طرح قائم ہو، حلف الفضول جیسے معاہدے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ اسلام از خود وہ تحفظات فراہم کرتا اور حکمرانوں کو ظالموں کی سرکوبی کرنے اور مظلوموں کی داد رسی کرنے کا پابند کرتا ہے۔ لیکن جن معاشروں میں اسلام غالب و نافذ نہیں ہے، وہاں ظلم و زیادتی کی صورت میں حصولِ انصاف کو یقینی بنانے کے لیے ایسے معاہدوں سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

کہا جاسکتا ہے کہ ایسے ملکوں میں جہاں کا عدالتی نظام مضبوط بنیادوں پر قائم ہو اور جہاں ظلم و زیادتی کی صورت میں عدالتی چارہ جوئی کے ذریعہ انصاف حاصل کیا جاسکتا ہو، حلف الفضول جیسے معاہدے کی کیا معنویت رہ جاتی ہے؟ یہ بات پورے طور پر در دست نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ آج کے دور میں عدالتی چارہ جوئی انتہائی آسان ہو گئی ہے لیکن اس کے مصارف نہایت گراں بار اور ہوش ربا ہوتے ہیں، عموماً مظالم کا شکار سماجی اور معاشی لحاظ سے کمزور لوگ بنتے ہیں اور ان کے لیے ان مصارف کا برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ایسے میں اگر مختلف بستیوں اور علاقوں میں حلف الفضول جیسے معاہدے تشکیل دیے جائیں جن میں مختلف مذاہب، طبقات اور برادریوں کے سربراہ اور وہ لوگوں کو شریک کیا جائے تو ان سے منظم کے خاتمے، حق تلفیوں کے ازالے، اخلاقی قدروں کے فروغ اور سماج سدھار میں بخوبی مدد

مل سکتی ہے۔

حلف الفضول کے بارے میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویب و توثیق سے ایک بات یہ بھی مستنبط ہوتی ہے کہ کثیر مذاہب معاشروں میں مشترکہ امور کے سلسلہ میں دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ تعاون کیا جاسکتا ہے اور ایسی قدروں کے فروغ کے لیے، جن کا اسلام بھی علمبردار ہے، ان کے ساتھ مل کر کام کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کا زریں اصول **لَعَاوَلَوْ اَعْلَى السَّبِيْرُو النَّقْوَى وَلَا لَعَاوَلَوْ اَعْلَى اِلَّا تَنْمُ وَالْعُدُوَانِ** (المائدہ - ۲) ہماری رہنمائی کرتا ہے۔

حواشی و مراجع

- ۱ ابن منظور، لسان العرب، دارصادر، بیروت ۱۵/۱۲۰، مدہ غوی
- ۲ ابن سعد، الطبقات الكبرى، دارصادر، بیروت ۱۳۷۶/۱۹۵۷، جلد اول ص ۱۲۸، ابن حبیب بغدادی، کتاب المنقہ فی اخبار قریش، تحقیق خورشید احمد فاروق، دائرۃ المعارف الثمانیہ حیدرآباد دکن، ۱۹۶۴ء ص ۲۱۸۔ ابن الجوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ، دارالکتب الحدیثہ، مصر ۱۹۶۶ء، جلد اول ص ۱۳۸، حسین بن محمد بن الحسن الدیاربکری، تاریخ الخمیس فی احوال النفس نفیس، المطبعة العامرة الثمانیہ ۱۳۰۲ھ، جلد اول ص ۲۹۵
- ۳ بغدادی ص ۴۵
- ۴ عبد الرحمن السہلی۔ الروض الالف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام بتحقیق و تعلق و شرح: عبد الرحمن وکیل، مطبع و سنہ طبع ندارد، جلد دوم ص ۷۲، ابن کثیر، البدایہ و النہایہ، دارالریان للتراث مصر ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء طبع اول جلد دوم ص ۲۷۰
- ۵ بغدادی، المنقہ، ص ۳۴۴
- ۶ بغدادی، المنقہ ص ۲۱۸، علی بن الحسین المسعودی، مروج الذهب و معادن الجواهر، المطبعة البہیۃ المصریہ ۱۳۴۶ھ، ص ۳۹۶-۳۹۷، ابن الجوزی ۱/۱۳۸
- ۷ بغدادی، المنقہ ص ۴۵
- ۸ سہلی ۲/۷۲، ابن کثیر، ۲/۲۷۰
- ۹ ابن قتیبہ، المعارف، تحقیق ڈاکٹر ثروت عکاشہ، مطبعة دارالکتب قاہرہ، ۱۹۶۰ء

ص ۶۰۴، ابن الجوزی، ۱/۱۳۵، دیارگیری ۲۹۵/۱

۱۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، مطبع معارف اعظم گڑھ، ۲۰۰ھ/۱۹۸۰ء، جلد اول ۱۸۴/۱۸۴
 ۱۲۔ محمد مجیب الدین عبد الحمید، محقق سیرۃ النبی لابن ہشام، المکتبۃ التجاریۃ البکری ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء
 ص ۱۴۴ (حاشیہ)

۱۳۔ بغدادی نے ابن ابی ثابت کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں حذیف بن
 قیس السہمی مذکور ہے۔ المنہق ص ۳۳۶

۱۴۔ محمد بن حبیب بغدادی، کتاب الحجرت، دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ۱۳۶۱ھ
 ۱۹۴۲ء، ص ۱۶۶-۱۶۷۔

۱۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے: ”غالباً اس دعوت میں احناف کو بلایا بھی نہیں گیا تھا۔“
 اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، مقالہ ”حلفت الفضول“ جلد ۵ ص ۵۳

۱۶۔ ابن سعد، ۱/۱۲۸، مسعودی، ۱/۳۹۶، ابن الجوزی، ۱/۱۳۸، سہیلی، ۲/۷۲، ابن کثیر، ۲/۲۰
 علی بن برہان الدین الحبلی، انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون المعروف بالسیرۃ الجلبیۃ، المطبعۃ
 العامرۃ مصر ۱۲۹۲ھ، جلد اول ص ۱۷۲

۱۷۔ مسعودی ص ۳۹۶-۳۹۷

۱۸۔ جناب زبیر بن عبد المطلب کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر محمد حسین مظہر
 صدیقی کا مقالہ ”عم نبوی زبیر بن عبد المطلب اور سیرت نبوی۔ سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ
 جلد ۱۵، شمارہ ۲، جولائی-ستمبر ۱۹۹۶ء، ص ۲۷-۶۰

۱۹۔ بغدادی، الحجرت ۱۳۷، ۲۳۷، ۲۴۰، ابن قتیبہ، ۱۷۵، ۲۶۶، ابن کثیر، ۲/۲۰۲، حلبی، ۱۷۲/۱
 صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من مات علی الکفر لاینعف علی۔

۲۰۔ بغدادی، المنہق ص ۲۰۳

۲۱۔ سہیلی، ۲/۷۵

۲۲۔ محمد ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، انشاد پریس لاہور ۱۳۷۵ھ ص ۷۷، ابوالاعلیٰ
 مودودی، سیرت سرور عالم۔ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی حصہ دوم ص ۱۱۱

۲۳۔ ابن کثیر، ۲/۲۰۲

۲۴۔ ابن ہشام، ۱/۱۲۵

- ۲۵ محمد حمید اللہ۔ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۵۱۳/۸
- ۲۶ بغدادی، المنقذ ص ۲۲۱
- ۲۷ منہ احمد، تحقیق احمد محمد شاہ، دارالمعارف مصر، ۱۹۵۰ء حدیث نمبر ۱۶۵۵/۳، ۱۳۱/۱۳۲
- حدیث نمبر ۱۶۴۶/۳، ۱۳۶/۳
- ۲۸ احمد محمد شاہ، حوالہ سابق
- ۲۹ ابن حجر، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، دارالمعرفۃ بیروت، جلد ۱/۱، ص ۵۰۲
- ۳۰ ابن کثیر ۲/۲۰
- ۳۱ ابن کثیر ۲/۲۰، حلبی ۱/۱۴۴
- ۳۲ بغدادی، المنقذ ص ۴۵
- ۳۳ سہیلی ۲/۴۰، ابن الجوزی ۱/۱۳۴، ابن الاثیر (م ۶۰۲) انہیابی فی غریب الحدیث، المطبوعۃ العثمانیہ مصر ۱۳۱۱ھ جلد ۳، ص ۲۰۵-۲۰۶، مادۃ فضل، ابن الاثیر (م ۶۳۰) الکامل فی التاریخ، دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء طبع ۶، جلد دوم ص ۲۵-۲۶، ابن کثیر ۲/۲۲۱، ابن حجر ۴/۴۴۳، دیار بکری ۱/۲۹۵ - حلبی ۱/۱۴۶
- ۳۴ بغدادی، المنقذ ص ۳۴۱
- ۳۵ ابن کثیر ۲/۲۰، مزید ملاحظہ کیجئے، حلبی ۱/۱۴۴
- ۳۶ سہیلی ۲/۴۱
- ۳۷ بغدادی، المنقذ ص ۴۴، ۳۴۱
- ۳۸ سہیلی ۲/۴۳، ابن کثیر ۲/۱۴۱
- ۳۹ ابن الجوزی ۱/۱۳۴، مزید دیکھئے ابن ہشام ۱/۱۴۵، ابن سعد ۱/۱۲۹، حلبی ۱/۱۴۶، دیار بکری ۱/۲۹۵، محمد حمید اللہ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۵۱۴/۸
- ۴۰ حلبی ۱/۱۴۶، ابن الاثیر صاحب الکامل ۲/۲۶۶
- ۴۱ بغدادی، المنقذ ص ۴۵
- ۴۲ ابو الفرج اصفہانی، کتاب الاغانی، تحقیق میدلسار احمد فرج، دارالثقافۃ بیروت ۱۹۵۹ء جلد ۱۵ ص ۲۱۲
- ۴۳ ابن کثیر ۲/۲۴۱، ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے صوفیہ کاترجمہ ایک جگہ ”گھونٹکا“ لکھا ہے (رسول اکرم کی سیاسی زندگی دارالاشاعت کراچی ص ۶۶) اور دوسری جگہ اسفنج (اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ مقالہ حلف الفضول ۵۱۴/۸)

۴۵۷ جلیبی ۱۷۴/۱ ۴۵۷ بغدادی، المنعم ص ۲۲۱ ۴۵۷ اصفہانی ۲۱۳/۱۷

۴۵۸ ابن سعد ۱۲۹/۱، بغدادی المنعم ص ۳۴۱، ہسپلی ۷۳/۲، ابن کثیر ۲۷۱/۲

۴۵۹ محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۶۶

۴۵۹ بغدادی، المنعم ص ۷۷

۴۵۹ بغدادی، حوالہ سابق ص ۴۸، ۳۴۳

۴۵۲ نبیہ بن الجراح سہمی غزوہ بدر میں مشرکین کے لشکر میں تھا اور قتل کیا گیا تھا۔ اس کا شمار جاہلیت کے

مشہور شعرا میں ہوتا ہے۔ اس کا فصل تذکرہ ابوالفرج اصفہانی نے کتاب الاغانی میں کیا ہے، ۲۰۹-۲۰۴/۱۷

۴۵۳ بغدادی، المنعم ۴۸-۴۹، اصفہانی ۷۷/۱۷، ہسپلی ۷۳/۲، ابن کثیر ۲۷۱/۲، جلیبی ۱۷۴/۱

۴۵۴ ابن ہشام ۱۴۶/۱، ہسپلی ۷۳/۲، ابن اثیر صاحب الکامل ۲۶/۲-۲۷، جلیبی ۱۷۴/۱-۱۷۷

۴۵۵ محمد حمید اللہ، اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ ۵۱۴/۸

۴۵۶ محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۶۶

۴۵۷ محمد حمید اللہ، عبد نبوی میں نظام حکمرانی، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی ۱۹۹۶ء ص ۶۵

۴۵۸ ابن کثیر ۲۷۰/۲

۴۵۹ ابن ہشام ۲۶/۱، ابن سعد ۱۲۹/۱، بغدادی، المنعم ص ۲۲۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ابن اثیر صاحب

الکامل ۲۶/۲، ابن حجر ۷۳/۲، دیاربکری ۲۹۵/۱

۴۶۰ ہسپلی ۸۲/۲، جلیبی ۱۷۴/۱

۴۶۱ محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی ص ۶۶، عبد نبوی میں نظام حکمرانی ص ۱۴۵ (طاشیہ)

۴۶۲ شبلی ۱۸۳/۱

۴۶۳ مودودی ۱۱۱/۲، اسی سیاق میں مولانا مودودی نے دوسری جگہ یہ ترجمہ کیا ہے ”ایسے معاہدہ میں

شرکت کی اگر مجھ اسلام کے زمانے میں دعوت دی جائے تو میں اسے پسند کروں گا“ (۱۱۰/۲) یہاں مولانا نے

عربی متن میں لفظ ”اجبت“ (اج ب ت) کو ”احببت“ (ا ح ب ت) پڑھ کر اس کے اعتبار سے ترجمہ کر دیا ہے۔

۴۶۴ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب مواخاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ابن اصحابہ، حدیث نمبر ۲۵۳، سنن ابی داؤد،

کتاب الفرائض، باب فی الخلف ۵۷۵ مسند احمد تحقیق احمد محمد شاہ ۱۱۸۴-۱۸۸، حدیث نمبر ۷۰۱۲

۴۶۶ مسند احمد ۱۱۷/۱، حدیث نمبر ۶۹۹۲ ۴۶۷ ابن حجر، ۱۰-۵۰۲

۴۶۸ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الاخاؤ والخلف، سنن ابی داؤد، کتاب الفرائض، باب فی الخلف۔